# ارتداد کی سزا کا معاصرانہ تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر نوید اقبال*
ڈاکٹر ضیاء الرحمان**

**ABSTRACT**

This is not hidden from anyone familiar with Islamic laws, that in Islam the punishment for every person who enters the realm of Islam voluntarily and then turns away from Islam and returns to disbelief, is capital punishment (death penalty). From the earliest days of Islam, all the Companions, Followers, and all Islamic Jurists have improved the same, but at the end of the nineteenth century, many people who hated Islam refused to accept the punishment imposed by Islam due to various doubts. They have also challenged its legitimacy. As a result, two types of views on apostasy emerged. Some other scholars, at the end of the twentieth century, came with a third view on the punishment of apostasy. They neither deny the punishment of apostasy in general nor do they believe in it as the majority of scholars do. Therefore, in this article, we will briefly discuss these three types of views and their arguments, so that truth and falsehood become clear and no doubt remains in this matter.

**Key words**: شبہات، مباحثہ، ارتداد، مرتد، مناظرہ، تطبیقات

دین اسلام میں مختلف قسم کے جرائم کو روکنے کے لیے حدود، قصاص اور اسی طرح تعزیرات کی شکل میں سخت، بامشقت اور جان تک لینے کی حد تک سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ ان شرعی سزاؤں پر مختلف پہلوؤں سے نت

* لیکچرار، شعبہ اسلامیہ، کوہاٹ یونیورسٹی
** لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ شہید بے نظیر بھٹو شیر نگل، دیر بالا، یونیورسٹی

نئے شبہات کی شکل میں بہت زیادہ بحث، مباحثہ اور مناظروں کے ساتھ ساتھ کتابی شکل میں بھی مباحث زیر بحث رہے۔ علمائے حق نے نہ صرف دفاع کی حد تک جوابات دیئے ہیں بلکہ ان شبہات کے بے اصل اور لایعنی ہونے کو بھی بیان کیا ہے۔[1] ان شرعی سزاؤں میں سے ارتداد کی سزا عصر حاضر میں بہت زیادہ زیر بحث آنے والی سزاؤں میں سے ایک ہے۔ دراصل اس سزا کا دائرہ کار دیگر سزاؤں کی طرح فروعی احکام میں منحصر نہیں ہے بلکہ دائرہ اسلام سے نکلنے کے حوالے سے اسلام کے بنیادی تصورات اور دیگر عالمی مذاہب کے بارے میں اس کے زاویہ نگاہ سے مربوط اور منسلک ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں بیان کی گئی سزاؤں میں اگرچہ مرتد کے حوالے سے صراحتہ قتل کی سزا مقرر نہیں کی گئی ہے لیکن احادیث مبارکہ، سنت رسول اور تعامل صحابہ اور جمہور علماء کی نظر میں اگر کوئی دین اسلام سے روگردانی کرے اور دائرہ اسلام سے نکل کر ارتداد کی راہ اختیار کر لے تو اس کی سزا قتل اور موت ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اسلام سے نفرت اور دشمنی رکھنے والے بہت سارے لوگوں نے اسلام کی مقرر کردہ اس سزا پر طرح طرح کے شبہات کر کے اس سزا کے ماننے سے انکار کے ساتھ ساتھ اس کی قانونی حیثیت پر بھی اعتراضات کیے ہیں ان کے مطابق جیسا کہ اسلام کے قبول کرنے میں زبردستی نہیں اسی طرح اسلام سے نکلنے کی صورت میں اس کی سزا قتل کیسے قرار دی جاسکتی ہے جیسا کہ دیگر ادیان سے نکل کر دین اسلام میں داخل ہونے والوں کو سزا موت نہیں دی جاسکتی تو اسلام سے نکلنے والوں کو کیوں کر قتل جیسی سزا دی جارہی ہے؟ عصر حاضر میں مرتد کے حوالے سے ایک اور نقطہ نظر بھی بعض اہل علم کی طرف سے سامنے آیا ہے۔ وہ نہ تو کلی طور پر مرتد کی سزا کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی جمہور علماء کی طرح تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے بعض روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے سزا کو بعض شرائط کیساتھ مخصوص کیا ہے جن کو ہم آگے جا کر تفصیل سے بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ ہم موضوع سے متعلق علماء کے اقوال اور آراء پر تبصرہ کرنے سے پہلے مرتد سے متعلق قرآن کریم کے موقف اور مرفوع و موقوف روایات کو بیان کریں گے:

## لغت اور اصطلاح میں ارتداد

لغت میں ارتداد، کسی چیز سے رجوع کرنے اور لوٹنے کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ اہل عرب نے ان الفاظ سے ارتداد کے معنی بیان کیے ہیں:

[1] ۔ مثلاً دیکھیئے: عبد المتعال صعیدی، الحریہ الدینیہ فی الاسلام، مکتبہ المصری قاہرہَ، قتل مرتد کی شرعی حیثیت، رحمت اللہ طارق، ص، 82، ادارہ ادبیات اسلامیہ، ملتان، 2001۔ مرتد کی سزا، مولانا مودودی، اسلامک پبلیشر، لاہور، 1970۔

"ارتد فلان عن دینه اذا کفر بعد اسلامه" یعنی فلاں شخص اپنے مذہب سے لوٹ گیا اگر وہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ [1]

امام راغب نے لفظ ارتداد اور لفظ ردۃ میں عموم و خصوص کی نسبت بیان کی ہے۔ یعنی ارتداد عموم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جبکہ لفظ ردۃ میں خصوص کے معنی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ لفظ ردۃ کفر کیساتھ خاص ہے، جبکہ لفظ ارتداد کفر کے علاوہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ [2]

ابن قدامہؒ نے مرتد کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے: الْمُرْتَدُّ: هُوَ الرَّاجِعُ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ إِلَى الْكُفْرِ "مرتد دین اسلام سے کفر کی طرف لوٹنے والے کو کہتے ہیں"۔ [3]

ابو بکر الکاسانیؒ مرتد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فهو إجراء كلمة الكفر على اللسان بعد وجود الإيمان، إذ الردة عبارة عن الرجوع عن الإيمان، فالرجوع عن الإيمان يسمى ردة في عرف الشرع".

" ارتداد، ایمان کے ہوتے ہوئے زبان پر کلمہ کفر کا جاری ہونا ہے کیونکہ ردۃ، ایمان سے رجوع کرنے سے عبارت ہے، اس لیے ایمان سے رجوع کرنے کو عرف شرعی میں ردۃ سے تعبیر کیا گیا ہے"۔ [4]

علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

"كل من صح عنه أنه كان مسلما متبرئا من كل دين حاش دين الإسلام ثم ثبت عنه أنه ارتد عن الإسلام، وخرج إلى دين كتابي، أو غير كتابي، أو إلى غير دين، فإن الناس اختلفوا في حكمه".

ہر وہ شخص جس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ دین اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان سے بری ہو کر مسلمان تھا پھر ان کا اسلام سے پھر جانا ثابت ہوا اور دین کتابی (سماوی) یا غیر کتابی یا اس کے علاوہ دیگر دین کی

---

[1] ۔ابو الفضل محمد بن مکرم، لسان العرب، جلد، 3، ص 172، مکتبه دار الصادر، بیروت، 1414ھ۔

[2] ۔الاصفہانی، حسین بن محمد، المفردات،جلد،1، ص، 349، دار القلم، دمشق، 1412ھ۔

[3] ۔ابن قدامه، ابو محمد موفق الدین، المغنی، ج،10،ص 72، مکتبه القاہرہ، 1968ء۔

[4] ۔الکاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع،جلد،7،ص،134، مکتبه دارالکتب العلمیه، 1986۔

طرف نکل گیا، پس ایسے مرتد کے حکم کے بارے میں لوگوں کے مابین اختلاف ہے۔ (1)

## قرآن کریم کی نظر میں مرتد

مرتد سے متعلق قرآن کریم کی آیات میں غور و فکر کرنے کے بعد درج ذیل چند آیات ہمارے سامنے آتی ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (2)

"اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مر جائیں اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے"۔

اس کے علاوہ سورہ الزمر، (3) سورہ المائدہ، (4) اور سورہ آلِ عمران (5) کی کئی آیات میں بھی اللہ تعالی نے اسی امر اور حکم کو اشارۃً بیان کیا ہے۔ البتہ ان تمام آیات میں قدر مشترک جو چیز ہے وہ دین اسلام سے روگردانی / انکار اور آخرت میں انکے لیے سزا کی وعید ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ البتہ مرتد کی دنیاوی زندگی سے متعلق قرآن میں کوئی صریح حکم موجود نہیں ہے البتہ بعض مفسرین نے اِفساد اور محاربہ سے متعلق سورہ بقرہ کی آیت نمبر 54 کو مرتد کی دنیاوی سزا کے سلسلے میں بطور دلیل پیش کیا ہے۔ تفسیرِ در منثور میں سورہ بقرہ کی اسی آیت کی ذیل میں حضرت علی رضی اللہ سے ایک روایت بھی مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو قتلِ نفس کا حکم ان کی نفسانی خواہشات کے قتل کا حکم نہیں بلکہ حقیقی قتل کا حکم تھا اور اس واقعہ میں بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے توسط سے حکمِ خدا کے ابلاغ کے بعد بچھڑے کی پوجا کرنے والوں نے اجتماعی طور پر ارتداد کے مرتکب ہونے کی وجہ سے اس امر خدا کے مطابق حقیقی معنوں میں

---

1 - ابن حزم، المحلی، ج، 12، ص، 108
2 - البقرہ 2: 217
3 - الزمر 23: 65
4 - المائدہ 5: 5
5 - آلِ عمران 3: 88، 90، 86

ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ [1]

## مرتد کے قتل سے متعلقہ روایات:

مرتد کی سزا سے متعلق مرفوع روایات درج ذیل ہیں۔

حضرت عکرمہؒ، ابن عباسؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

" من بدل دينه فاقتلوه". (جو دین کو تبدیل کرے اسے قتل کرو)۔ [2]

2۔ بخاری کی روایت کے مطابق جب ابو موسیٰ الاشعریؓ اور عبداللہ ابن قیسؓ یمن چلے گئے تو ان کے بعد حضرت معاذؓ بھی ان کے اتباع میں یمن چلے آئے تو آپ نے ایک باندھے ہوئے شخص کو دیکھتے ہی پوچھا کہ یہ کیا ہے (کیا معاملہ ہے) تو بتایا گیا کہ یہ پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہونے کے بعد پھر یہودی بنا۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت معاذؓ سے کہا کہ آپ تشریف رکھیں۔ حضرت معاذؓ نے کہا میں اس مرتد کے قتل ہونے تک نہیں بیٹھونگا کیونکہ یہ اللہ اور اسکے رسول کا فیصلہ ہے، پس اسے قتل کیا گیا۔ [3]

3 ۔ابن مسعودؓ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

"لا يحل دم امرئ مسلم، يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله، إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس، والثيب الزاني، والمارق من الدين التارك للجماعة "۔ [4]

(کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں (یعنی ان کو قتل کرنا جائز نہیں) جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں، سوائے ان تین صورتوں کے: قتل کے بدلے قتل یعنی قصاصاً قاتل کو قتل کرنا، شادی شدہ زانی قتل کرنا، دین سے الگ ہونے والا اور جماعت کو چھوڑنے والا)۔

4۔ابن عمرؓ سے حضرت عثمانؓ کا یہ ارشاد منقول ہے:

---

[1] ۔ السیوطی، جلال الدین، امام، تفسیر در منثور، 1:169، مکتبہ دار الفکر، بیروت۔

[2] ۔ صحيح بخاری، کتاب استتابة المرتدين، حديث، 6922، امام ترمذی، سنن، حدود، حديث، 1458؛ ابوداؤد، سنن، حدود، حديث، 4351؛ ابن ماجه، حدود، حديث، 2535

[3] ۔صحيح بخاری، کتاب الاستتابة، حديث، 6923

[4] ۔صحيح بخاری، کتاب الدية، حديث، 6878

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا، کسی مسلمان کا ان تین وجوہات کے علاوہ خون حلال نہیں۔ قتل کے بدلے قتل، شادی شدہ زانی اور مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہونے والے کو قتل کیا جائے "۔[1]

## مرتد کی سزا سے متعلق موقوف روایات اور صحابہ کرامؓ کی تطبیقات درج ذیل ہیں:

1۔ ابو عمرو الشیبانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے حضور ایک ایسے ضعیف العمر بندے کو حاضر کیا گیا جو پہلے نصرانی تھا پھر مسلمان ہونے کے بعد نصرانی ہو گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے اسے مخاطب کر کے کہا لگتا ہے کہ آپ میراث میں حصہ لینے کے لیے نصرانی ہو گئے ہو اور دوبارہ مسلمان ہونے کا ارادہ ہے۔ اس نے جواب میں کہا ایسا ارادہ نہیں (یعنی میں اس وجہ سے نصرانی نہیں ہوا ہوں) تو حضرت علیؓ نے کہا پھر اسلام تو اسلام قبول کرو، جواب میں اس نے کہا اگر مجھے عیسیٰ (علیہ السلام) بھی کہے تو میں اسلام کی طرف نہیں جاؤنگا (اسلام قبول نہیں کرونگا) اس پر حضرت علیؓ کی طرف سے اسے مارنے کا امر جاری ہوا چنانچہ اسے قتل کیا گیا۔ پھر اس کی میراث کو اس کی مسلمان اولاد میں تقسیم کیا گیا۔[2]

2۔ امام شعبیؒ نے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: کہ مرتد کو مہلت 3 بار توبہ کی پیشکش کی حد تک ہے ۔ قبول کرے تو ٹھیک ورنہ قتل کیا جائے۔[3]

3۔ حضرت سفیانؒ نے ابن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: کہ مرتد کو 3 دفعہ توبہ کی طرف قائل کیا جائے گا۔ توبہ کرنے پر اسے چھوڑا جائے گا لیکن انکار کرنے پر گردن اُڑادی جائے گی ۔[4]

4۔ عمر بن عبد العزیزؒ بھی مرتد کو تین بار توبہ کی پیشکش کے قائل تھے ، اسلام قبول کرے تو ٹھیک ورنہ قتل کیا جائے گا۔[5]

مرتد کی سزا سے متعلق تین قسم کے الگ الگ نظریات اور آراء پائی جاتی ہیں جنہیں ہم ترتیب وار دلائل

---

[1] ۔ سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، 4057

[2] ۔مصنف عبد الرازاق، 10/ 339

[3] ۔مصنف ابن ابی شیبة، 562/5

[4] ۔البیہقی، سنن،ج، 8،ص 360

[5] ۔مصنف ابن ابی شیبة، ج،4،ص، 441

کے ساتھ بیان کریں گے اور آخر میں مختصر انداز میں اپنی رائے بیان کریں گے۔

وہ تین نقطہ نظر درج ذیل ہیں:

1. جمہور علماء، فقہاء، محدثین اور مفسرین کے نزدیک مرتد، اسلام قبول کرے تو ٹھیک ورنہ قتل کیا جائے گا۔
2. مستشرقین اور بعض اسلامی سکالرز کے نزدیک مرتد کی سزا قتل نہیں ہو سکتی۔
3. جدید دور کے بعض سکالرز کے نزدیک اگر مرتد صرف اپنی حد تک دین سے نکلا ہے تو اسے سزا موت نہیں بلکہ حاکم وقت تعزیراً جو سزا تجویز کرے وہی ہوگی۔ لیکن اگر مرتد ہونے کے بعد اسلام کے خلاف دشمنان اسلام کی مدد اور نصرت کرے اور یا کسی قسم کی سیاسی سرگرمیوں میں ان کے ساتھ شامل ہو جائے تو ایسے مرتد کی سزا ان کے نزدیک بھی جمہور علماء کی طرح موت ہی ہے۔

### 1۔ مرتد کی سزا سے متعلق جمہور علماء اور فقہاء کے اقوال اور آراء

ابن بطالؒ کے بقول، مرتد پر توبہ پیش کرنا اور اسے توبہ کرنے کی مہلت دینا یہ مسئلہ اہل علم کے ہاں مختلف فیہ رہا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ مرتد کو توبہ کرنے کی مہلت دینے کے قائل تھے۔ اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کیا جائے گا۔ اس رائے کو جمہور علماء نے ترجیح دی ہے جبکہ حسن بصریؒ، ابو یوسفؒ اور بعض دوسرے علماء مرتد کے فوراً قتل کرنے کے قائل ہیں۔ یہ لوگ حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ روایت میں توبہ کا ذکر نہیں۔ امام طحاویؒ کہتے ہیں: کہ ان حضرات نے مرتد کے حکم کو اہل حرب (غیر مسلم) کے حکم کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جب ان کو اسلام کی خبر پہنچ جائے تو پھر اس کے بعد ان سے پوچھے بغیر ان کو قتل کرنا واجب ہے۔ ابن قصارؒ نے مرتد کو توبہ کی مہلت دینے کے بارے میں اجماع نقل کیا ہے۔ صحابہ کرام سے مرتد کے توبہ کرنے کے بارے میں کوئی اختلاف منقول نہیں بلکہ انہوں نے حدیث سے یہی سمجھا کہ جب مرتد توبہ نہ کرے تو پھر اس کو قتل کرنا چاہئے اور دلیل میں سورۃ توبہ کی پانچویں آیت کو ذکر کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے "کہ اگر وہ لوگ (کافر) توبہ کریں نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو ان کو آزاد چھوڑ دیں" اس آیت میں حکم سب کافروں کو شامل ہے۔[1]

امام نوویؒ نے علماء کے مرتد کے قتل کرنے پر اتفاق ہونے کے علاوہ اہل علم کے مابین تین چیزوں میں اختلاف بھی بیان کیا ہے:

---

[1] ۔ ابن بطال، شرح البخاری، ج،8، ص،571۔

1۔ ایک یہ کہ مرتد کو توبہ کی پیشکش یعنی ان کو توبہ کرنے کا کہا جائے گا یا نہیں؟ اور پھر کتنی بار توبہ کرنے کا کہا جائے گا؟ اس حوالے سے اختلاف بیان کیا ہے۔

2۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ عورت اور مرد کا حکم ایک ہے یا دونوں میں فرق ہے؟ امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ باقی تین ائمہ اور جمہور علماء کے ہاں اس کو توبہ کرنے کہا جائے گا۔ اور ابن القصار المالکیؒ نے اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع بھی نقل کیا ہے لیکن اس کے برعکس طاؤسؒ، الحسن البصریؒ، ابو یوسفؒ اور دوسرے بعض علماء کہتے ہیں کہ توبہ کرنے کا نہیں کہا جائے گا لیکن اگر توبہ بھی کرلے تب بھی اسکی سزا قتل ہے۔ البتہ آخرت میں اس کا فائدہ ہو گا کیونکہ حدیث میں مطلقاً دین کو تبدیل کرنے والے کے قتل کا حکم ہے۔

3۔ تیسرا اختلاف، مرتد کو توبہ کی مہلت دینے اور توبہ کرنے کا کہنے کے وجوب اور استحباب میں ہے۔ امام شافعیؒ اور انکے اصحاب کے نزدیک واجب ہے اور ان کے ایک قول کے مطابق مرتد کو توبہ کرنے کے لیے تین دن دیئے جائیں گے اور اس رائے کو امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ نے بھی راجح قرار دیا ہے۔ جمہور علماء کے مطابق عورت اور مرد دونوں کا حکم ایک ہے عورت کے توبہ نہ کرنے پر اس کو قتل کرنے کا بھی حکم ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک عورت کے لیے قتل کی سزا نہیں، البتہ قید میں رہے گی ۔[1]

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں: مرتد کو پھر سے اسلام کی طرف راغب کرنا مستحب ہے تین دن قید میں رکھنے کے بعد اسلام قبول کیا فبہا ورنہ قتل کیا جائے گا، لیکن مرتد کے خود سے مہلت مانگنے پر تین ایام تک حبس میں رکھنا واجب ہے اگر خود نہ مانگے تو پھر واجب نہیں۔ یہ تین دن مہلت والی بات، خیار سے متعلق حبان بن منقذؓ کی روایت سے ثابت ہے کیونکہ تین دن میں عذر وغیرہ ختم ہو جاتا ہے۔ دوسری دلیل حضرت عمرؓ کی روایت ہے جس میں ایک شخص یمن سے حضرت ابو موسیٰ اور معاذؓ کے ہاں سے آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کوئی نئی خبر ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں ایک شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کو مار دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنتے ہی اللہ کو مخاطب کیا، اور کہا اے میرے اللہ! اس کو قتل کرتے وقت ادھر مَیں موجود نہیں تھا، نہ مَیں نے حکم دیا تھا اور نہ فیصلے پر خوش ہوں۔ اس روایت میں حضرت عمرؓ کا اپنے آپ کو بری کرنے سے ثابت ہوتا

[1] ۔امام نووی، المنهاج، ج، 12، ص، 208۔

ہے کہ تین دن تک مہلت دیناواجب ہے۔[1]

امام بغویؒ نے مرتد کے قتل کے بارے میں مذکورہ حدیث کو صحیح شمار کیا ہے۔ انہوں نے اسی حدیث پر اہل علم کے عمل ہونے کو بھی بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ کسی مسلمان کے دین سے نکل جانے پر اس کو قتل کرنا واجب ہے لیکن توبہ کی مہلت دینے نہ دینے کے مسئلے میں اہل علم کے مابین اختلاف ضرور ہے البتہ اکثر علماء توبہ کی مہلت دینے کے قائل ہیں۔[2]

صاحب ہدایہ کے نزدیک، مسلمان کے اسلام سے پھر جانے کے بعد اس پر اسلام پیش کرنا ضروری ہے اس کو درپیش شکوک کو دور کیا جائے گا اور تین دن تک حبس میں رکھنے کے بعد اگر اسلام کی طرف واپس آجائے تو پھر ٹھیک ہے ورنہ انکو قتل کیا جائے گا۔[3]

علامہ ابن عبد البرؒ نے مرتد کے قتل پر اجماع نقل کیا ہے۔ ان کے نزدیک دین سے نکلنے والے کا خون حلال ہے اور ان کو قتل کرنے پر امت کا اجماع بھی ہے۔[4]

ابن قدامہؒ بھی مرتد کے قتل کرنے پر اجماع کے قائل ہیں۔ انہوں نے علماء کے مرتد کے قتل کرنے پر اتفاق بھی نقل کیا ہے۔ مرتد کے قتل سے متعلقہ روایات خلفاء اربعہ کے علاوہ حضرت معاذؓ، ابی موسیٰؓ، ابن عباسؓ، خالد بن ولیدؓ اور دوسرے حضرات سے منقول ہیں۔ ان میں سے کسی سے بھی انکار مروی نہیں ہے لہٰذا اجماع کے منعقد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔[5]

## 2۔ مرتد کی سزا سے متعلق دوسری رائے اور اس کے دلائل

دور جدید میں بہت سارے سکالرز نے جن میں سے بعض مسلمان بھی ہیں (جیسے شیخ محمد عبدہ، مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر بعض)[6] وہ کئی وجوہات کی بناء پر مرتد کی سزا قتل ہونے کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ اس سزا کے آزادی

---

[1] ۔امام سیوطی، شرح سنن ابن ماجه، ج،2،ص،182۔

[2] ۔ البغوی، شرح السنة،ج، 19،ص،239

[3] ۔المرغینانی، الهدایه، ج،1، صِ 580

[4] ۔ ابن عبد البر، التمہید، جلد،5،صفحه، 306

[5] ۔ابن قدامة، المغنی،جلد،9،صفحه،3

[6] ۔دیکھیں: عبد المتعال صعیدی،الحریه الدینیه فی الاسلام، مکتبه المصری قاہرہ، ص؛ 114،بحوالہ قتل مرتد کی

ضمیر کے مخالف ہونے کے بھی قائل ہیں۔ ان کے بقول ہر شخص کو مذہبی آزادی ہونی چاہئے کہ جس طرف بھی اس کا قلبی میلان ہو اس کو قبول کرے اور جس چیز سے اس کا دل مطمئن نہ ہو اس کو ترک کرے۔ لہذا اگر کسی کا پہلے والے مذہب کو چھوڑنے کا جی چاہتا ہے تو اسے قتل کی سزا کی وجہ سے ڈرا دھمکا کر اس کو اپنے دین پر قائم رکھنا بھی تو ایک قسم کا نفاق ہے کیونکہ اس طریقے سے تو دل سے راضی نہیں ہو گا بلکہ وہ پھانسی کی خوف کی وجہ سے اظہار مافی الضمیر نہیں کر پائے گا۔

ان لوگوں کی دوسری دلیل قرآن کی "دین میں زبردستی نہیں" والی آیت ہے، لہذا جب دین کے قبول ہونے میں زبردستی نہیں تو چھوڑنے میں بھی ہر ایک کو اختیار ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر دین سے نکلنے میں اسے کوئی اختیار نہیں پھر تو اسلام نے ایک متناقض اور متعارض رویہ اپنایا ہے کہ ایک طرف وہ دین کے قبول ہونے میں جبر واکراہ کے جواز کا قائل نہیں ہے جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے "کہ جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے"۔ لیکن دوسری طرف پھر اسلام اسی شخص کو قتل کی دھمکی دیتا ہے کہ اگر اسلام سے نکل گئے اور کفر کو اپنا مذہب بنالیا تو پھر قتل کیا جائے گا۔[1]

## 3۔ مرتد کی سزا سے متعلق تیسری رائے اور اس کے دلائل

عصر حاضر کے بعض اہل علم مثلاً، ترکی میں حدیث کے پروفیسر ڈاکٹر علی توکشرا، پروفیسر ڈاکٹر یووز کوکتاش اور دیگر بعض اسلامی اسکالرز کے نزدیک اگر کوئی مسلمان صرف دین سے نکل جائے اور وہ مسلمانوں کے دشمنوں سے نہ ملے اور نہ وہ مسلمانوں کے مخالف کسی بغاوت کا حصہ بنے تو اس قسم کے مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی مرتد ہو کر اسلام مخالف دشمن کے ساتھ مل جائے اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ میں شریک ہو جائے یا وہ کسی سیاسی پہلو سے ان کی مدد کرے اور ان کے ساتھ ہر قسم کی مدد کے لیے تیار ہو جائے تو ایسے مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔[2] بعض اہل علم نے اس مسئلہ کو تعزیر سے متعلق ہونے کو بھی بیان کیا ہے کہ وقت کا امام اس کے

---

شرعی حیثیت، رحمت اللہ طارق، ص، 82، ادارہ ادبیات اسلامیہ، ملتان، 2001

[1] ۔ جمال البناء, تجريد البخاري ومسلم من الأحاديث التي لا تلزم, ص، 240۔ 95 Kur'an Araştırmaları Grubu, page.

[2] دیکھیں: Kur'an Araştırmaları Grubu, page,. 95. Macit, İsmet, Düşünce İnanç ve İfade Özgürlüğü Kapsamında Mürtedin Yaşama Hakkı, Samsun: OMÜ. Page. 62-84; Köktaş, Yavuz, Kur'an'a Aykırı Görülen Hadisler, s. 197; Toksarı, Ali, "Din ve Vicdan Özgürlüğü Bağlamında Kitap ve Sünnete Göre Mürtede Yapılması Gereken Muamele", Bilimname, XIX, 2010/2, page. 47-74.

بارے میں جو فیصلہ کرے وہی نافذ العمل ہو گا لیکن اس کو قتل نہیں کیا جائے۔[1] علامہ یوسف القرضاویؒ کی بھی ان کے قریب قریب رائے یہی ہے کہ جس صورت میں مرتد کو قتل کرنا واجب ہے وہ یہ کہ جب شخص مرتد ہو جانے کے بعد دشمنان اسلام سے یک جہتی کرے اور اسلام مخالف عناصر کی مدد کرے۔ لیکن اگر کوئی مطلقاویسے ہی دین اسلام چھوڑ دے تو اسے جان سے نہیں مارا جاسکتا، البتہ حاکم وقت اس کے لیے مناسب سزا تجویز کر سکتا ہے۔(2)

ان علماء کے دلائل درج ذیل ہیں:

1۔ ان حضرات کے بقول مرتد کی دنیاوی سزا کے بارے میں قرآن میں کوئی صریح حکم موجود نہیں ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت میں جو ارشاد فرمایا ہے:(اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مر جائیں اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے)۔ (3) اس کے علاوہ سورہ زمر، (4) سورہ مائدہ، (5) اور سورہ عمران (6) کی کئی آیات میں بھی اللہ تعالی نے اسی امر اور حکم کو اشارۃ بیان کیا ہے ان تمام آیات میں قدر مشترک جو چیز ہے وہ دین اسلام سے روگردانی / انکار اور آخرت میں اس کے لیے سزا کی وعید ہے کہ وہ ابدی دوزخ میں رہے گا، نہ کہ دنیاوی زندگی میں اسے قتل کرنا ہے۔

2۔ دوسری دلیل: ان کے نزدیک مرتد سے متعلق جب رسول اللہ ﷺ کے تعامل کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جس بندے کو مارنے کا امر جاری کیا تھا اسکی بنیادی وجہ صرف دین سے پھیرنا اور مرتد ہونا نہیں تھا بلکہ عین اسی وقت ان اشخاص کا ارتداد کے بعد باغی ہونا، دشمنوں سے ملنا، مسلمانوں کو قتل کرنا اور غصب جیسے خطرناک جرائم میں ملوث ہونے کے بعد اسے مارنے کا امر صادر فرمایا تھا۔ جیسا کہ عبد اللہ بن خطل کے قتل کے بارے میں روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں۔ حدیث کے مطابق جس وقت رسول اللہ ﷺ فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اس وقت ابن خطل غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹے ہونے کی حالت میں

---

[1] ۔ یوز ککتاش،(Kuran'a Aykarı Hadısler, Yavuz Köktaş) قرآن کے مخالف احادیث، ص197۔

[2] ۔ یوسف القرضاوی، جریمۃ الردہ وعقوبہ المرتد، ص،20، مکتبہ، دمشق۔2002

[3] ۔البقرہ:217

[4] ۔الزمر:65

[5] ۔ مائدہ:5

[6] ۔ آل عمران: 86،90،88

ہی رسول اللہ ﷺ نے اس کے مارنے کا امر جاری کر دیا۔[1] سیرہ ابن ہشام میں ابن خطل کے قتل کی وجوہات میں صرف اس کا مرتد ہونا مذکور نہیں ہے بلکہ دیگر وجوہات بھی موجود ہیں جیسا کہ ابن ہشام نے عبد اللہ بن خطل کا تعلق قبیلہ بنی تمیم سے ہونے کو بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے مارنے کا جو امر دیا وہ اس وجہ سے کہ وہ پہلے ایمان لائے تھے، رسول اللہ نے اس کو مال زکوۃ اکٹھا کرنے کے لیے بھیجا، ساتھ میں انصار میں سے ایک صحابی بھی تھے جس کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا۔ راستے میں انہوں نے اس غلام سے بکری کو ذبح کرنے اور پکانے کا کہا لیکن وہ غلام سو گئے تھے اور کھانا تیار نہ کر سکے جس پر ابن خطل نے غلام کو قتل کیا اور دوبارہ مشرک ہو کر مکہ بھاگ گئے۔ مزید یہ کہ ابن خطل کی دو لونڈیاں تھی وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہجویہ اشعار کہا کرتی تھیں۔ جس کی بناء پر رسول اللہ نے انکے مارنے کا امر جاری کیا۔[2] ابن ہشامؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے انکو صرف مرتد ہونے کی بناء پر قتل نہیں کیا بلکہ وہ ایک غلام کا قاتل بھی تھا اور اس کے علاوہ اس کی باندیاں رسول اللہ کے خلاف ہجویہ اشعار کہا کرتی تھیں۔

3۔ ان حضرات نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی ایک روایت کو بھی بطور دلیل پیش کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ کے ایک ہونے اور محمد (ﷺ) کے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دینے والے کا خون حلال نہیں مگر ان تین صورتوں میں سے ایک کی صورت میں (یعنی قتل کر سکتے ہیں) محصن شخص کا زنا کرنا، کیونکہ ایسے شخص کی سزا رجم ہے۔ دوسرا وہ شخص جو اللہ اور رسول سے لڑائی کرنے نکلا ہو تو ایسے شخص کی سزا یا تو قتل ہے، یا سولی پر لٹکانا ہے اور یا پھر اسے ملک بدر کرنا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو قاتل ہو تو قصاص میں اس کو قتل کرنا واجب ہے ۔[3]

دراصل ان اہل علم حضرات نے ہر اس مرتد کی سزا کو تعزیر پر محمول کیا ہے جو اپنی چاہت سے مسلمان ہوا ہو اور پھر اسلام سے نکل گیا ہو۔ لیکن وہ صرف اپنی ذات کی حد تک ہو اسلام کے خلاف کسی پروپیگنڈہ کا حصہ نہ ہو اور اسی طرح وہ کفار کے ساتھ ملا نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی مرتد ہونے کے بعد باغی ہو جائے اور دشمنان اسلام سے مل کر مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرے تو پھر ایسے مرتد کی سزا بھی ان کے نزدیک قتل ہی ہے۔

---

[1] ۔راویت کے لئے دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب الحج، حدیث، 1846: صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث، 1357۔

[2] ۔سیرہ ابن ہشام، تحقیق، مصطفی السقا والاخرون، مکتبہ، شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی، 1955، ج،2، ص،409-410۔

[3] ۔ابی داؤود، سنن، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد، حدیث، 4353۔

ان لوگوں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا ) کی روایت میں "اللہ اور اسکے رسول سے لڑنے والے شخص" جملے کا یہ معنی لیاہے کہ وہ شخص پہلے اسلام سے نکل جائے اور پھر اللہ اور رسول سے لڑنے کے لیے نکلے تو ایسے مرتد کی سزا جو جان سے مارنا مقرر ہے وہ صرف ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ اور رسول سے لڑنے کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ روایت میں "وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے نکلا ہو" جملے کا معنی یا تو قاطع الطریق ہے یا پھر باغی ہے کیونکہ قاطع الطریق اور باغی کی سزا ہی یا تو قتل ہے، یا سولی ہے یا جلاوطنی ہے جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 33 میں بیان ہوا ہے۔

## خلاصۂ کلام

اسلامی علوم سے بالخصوص اسلامی قانون سے واقفیت رکھنے والے صاحب عقل کے لیے مخفی نہیں کہ اسلام میں ہر اس شخص کی سزا قتل ہی ہے جو اپنی چاہت سے مسلمان ہوا ہو اور پھر اسلام سے پھر کر کفر کی طرف لوٹ گیا ہو۔ اسلام کے ابتدائی زمانے سے ہی تمام صحابہ کرام، تابعین اور تمام اہل علم اس بات پر متفق رہے ہیں کہ مرتد کی سزا قتل ہے، لیکن گزشتہ صدی میں اس مسئلہ میں سب سے پہلے اختلاف مسلمانوں کے مابین سامنے آیا اور مرتد سے متعلق دو قسم کی آراء سامنے آگئیں۔ لیکن اگر دور نبوت سے عصر حاضر تک اہل علم کی تصریحات اور اقوال کا مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا کہ مرتد کے حوالے سے ایک ہی حکم مسلسل چلا آرہا ہے کہیں پر بھی مرتد کی سزا قتل ہونے کے علاوہ کی تصریح نہیں پائی جاتی، لیکن باوجود اس قدر واضح اور روشن حقیقت کے، پھر بھی پڑھے لکھے بعض مسلمان بھی ان کی مکر، فریب میں آکر متفق علیہ مسئلہ سے منحرف ہوگئے۔ البتہ بیسویں صدی کے آخر میں مرتد کی سزا کے بارے میں بعض اہل علم نے ایک اور نقطہ نظر بھی پیش کیا جو کہ نہ تو مرتد کی سزا کے کلی طور پر منکر ہیں اور نہ ہی کلی طور پر جمہور علماء کی طرح مانتے ہیں۔ اس لیے اپنی اس مختصر سی کاوش میں ان تینوں قسم کے ارآء اور ان کے دلائل پر جامع انداز میں روشنی ڈالی جس سے مسئلہ کی حقیقت واضح ہو گئی۔ مرتد کی سزا کا مطلقاً انکار کرنے والوں کی طرف سے کیے گئے اعتراضات اور شبہات کے بے بنیاد ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں اور علماء نے ان کے اعتراضات کو مکمل دلائل کی روشنی میں نہ صرف رد کیا ہے بلکہ ان کے بے بنیاد ہونے کو بھی آشکارا کیا ہے تاکہ کسی کو کوئی شبہ ہی نہ رہے۔ رہی بات دور جدید کے بعض اسلامی سکالرز کی جنہوں نے ایک نئی رائے قائم کی ہے اور انہوں نے مرتد کی سزا کو تعزیر پر بھی محمول کیا ہے ان حضرات کی دلائل کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے بعض روایات کے ظاہر سے اور بعض مقامات پر مرتد کو دی

جانے والی سزا کو مد نظر رکھتے ہوئے جس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مرتد کو جو قتل کی سزا دی گئی ہے وہ صرف ارتداد کیوجہ سے نہیں بلکہ ان کے دیگر جرائم بھی تھے۔ حالانکہ اگر ان ہی روایات میں غور و فکر کیا جائے تو ان حضرات کی غلط فہمی اور کم فہمی واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔ کیونکہ ان حضرات کی پہلی دلیل یہ تھی کہ قرآن میں دیگر سزاؤں کی طرح مرتد کی دنیاوی سزا سے متعلق کوئی حکم مذکور نہیں۔ حلانکہ یہ بات دن کی اجالے کی طرح واضح اور روشن ہے کہ ہر جرم کی سزا قرآن میں مذکور نہیں بلکہ بہت سارے جرائم کی سزا کی طرح مرتد کی سزا بھی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ اسی طرح ان حضرات کا ابن خطل کے واقعے سے استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ عبد اللہ بن خطل کو جو سزا ملی تھی کہ انکو مرتد ہونے کی بناء پر جان سے مار دیا گیا تھا کیونکہ اس کے علاوہ انکو جان سے مارنے کی کوئی اور علت نظر نہیں آتی۔ ابن خطل کا غلام کو قتل کرنا بھی انکے قتل کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ غلام کے قصاص میں آزاد انسان کو قتل نہیں کیا جاسکتا لہذا مذکورہ واقعے کو بطور حجت پیش کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کا حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت میں "اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے والا شخص" جملے سے یہ مراد لینا کہ وہ شخص پہلے مرتد ہو جائے اور پھر اللہ اور رسول سے لڑنے نکلے تو ایسے شخص کی سزا جو جان سے مارنا مقرر ہے وہ صرف ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ اور رسول سے لڑنے کی وجہ سے ہے حالانکہ اس جملے کا معنی یا تو قاطع الطریق ہے یا پھر باغی ہے کیونکہ قاطع الطریق اور باغی کی سزا ہی یا تو قتل ہے، یا سولی ہے یا جلاوطنی ہے۔ دراصل مرتد کی سزا سے انکار کرنے والے یا پھر مرتد کی سزا کو مرتد کی نوعیت کیساتھ مخصوص کرنے والے اگر پوری گہرائی کے ساتھ تمام روایات، سنت رسول اور تعامل صحابہ میں غور کرے تو یہ حقیقت کھل جائے گی کہ مرتد کی سزا جو قتل ہے وہ درحقیقت اسلام سے نکلنے کے بعد ایک باغی کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ کیونکہ اگر ہم غور کرلیں کہ اگر کوئی شخص کسی حکومت سے منحرف ہو کر باغی ہو جائے تو اس کی سزا موت ہی ہے یا اگر ہم ایک فوجی ادارہ کی مثال لے لیں کہ عسکری ادارے میں ملازمت شروع کرنے میں کسی پر کوئی زبردستی نہیں کی جا سکتی لیکن اگر کوئی اپنی مرضی سے شروع کرلے پھر استعفاء بھی دینا چاہے تو اس کی استیفاء قبول نہیں کی جاتی، بلکہ انکو مجبور کیا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ان کو موت کی سزا بھی دی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مرتد کی سزا موت ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کا اظہار کرنا ممکن نہیں۔